علامہ اقبال اور تحریک آزادی کشمیر

ڈاکٹر خواجہ زاہد عزیز
اسسٹنٹ پروفیسر کشمیریات
شعبہ کشمیریات، اورینٹل کالج، لاہور

ALLAMA MUHAMMAD IQBAL
AND KASHMIRI FREEDOM MOVEMENT

Khawja Zahid Aziz, PhD
Assistant Professor of Kashmiryaat
Department of Kashmiryaat, Oriental College, Lahore

Abstract

Allama Iqbal was a genius personality of the twentieth century. He had a deep attachment with Kahsmir because his ancestors hailed from Kashmir. The foundation of freedom struggle of Kashmir laid on 16th March 1846 when the East India Company sold the homeland of the Kashmiris to Hindu dogra Gulab Singh. In 1896, the Kashmiris got educational and political awareness after the establishment of society of Kashmiri Muslims of Lahore under the guidance of Allama Iqbal. Allama Iqbal played an important role for the betterment of Kashmiri's political and economic conditions.

Keywords:

علامہ اقبال، غنی کاشمیری، تحریک آزادی، پاکستان، کشمیر، ساقی نامہ، انجمن کشمیری مسلمانان لاہور، جاوید نامہ

علامہ اقبال بیسوی صدی کی ایک عبقری شخصیت تھے۔آپ جتنے بڑے فلسفی اور شاعر تھے اتنے ہی بڑے سیاسی راہنما بھی تھے۔آپ کی ذات پر جہاں پاکستان بلکہ پورا ایشیا فخر کرتا ہے وہاں ان پر خطہ کشمیر کو بھی ناز ہے۔کشمیر سے علامہ اقبال کی گہری وابستگی کے بہت سے اسباب ہیں۔اولاً ان کے آباؤ اجداد کا تعلق اس سرزمین سے تھا۔دوم برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کی ذہنی اور روحانی تاریخ میں کشمیر کو ایک ممتاز مقام حاصل رہا اور بکثرت صوفیائے کرام اور علمائے عظام نے اس خطے کو اپنے قدموں کی برکت سے نوازا۔ علامہ اقبال کی سیاسی بصیرت نے جس طرح پاکستان کے قیام کا خواب دیکھا تھا۔اسی طرح کشمیر میں آزادی کی جدوجہد کا نقشہ بھی ان کی آنکھوں کے سامنے تھا۔

علامہ اقبال کا کشمیری پنڈتوں کے ایک قدیم خاندان سے تعلق تھا اوران کی گوت سپرو تھی۔(۱) برہمنوں میں یہ گوت سماجی اعتبار سے بہت اہم تصور کی جاتی ہے کیونکہ اقتصادی طور پر سپرو ہمیشہ خوشحال ہوتے ہیں اور مذہبی اعتبار سے سپرو گوت کے لوگ برہمن ہندوؤں میں زیادہ احترام کے مستحق تصور کیے جاتے ہیں۔شاعری کی روایت،تصوف کا ذوق اور فارسی زبان کی حلاوت آپ کو اپنے اجداد سے ورثہ میں ملی۔اقبال کا کشمیر سے قلبی تعلق تھا۔وہ خود کشمیری الاصل تھے۔کشمیران کے آباء واجداد کا وطن تھا۔اس لحاظ سے ان کو کشمیر کی شاداب وادیوں،حسین فضاؤں اوراس کی زرخیز زمین سے محبت ایک فطری بات تھی الغرض کشمیر سے محبت کا جذبہ ان کی رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔(۲)

اقبال کی کشمیر سے رغبت کی بنیادی وجہ وراثت اور ماحول تھا جنھوں نے مل کر اقبال کے دل ودماغ کو متاثر کیا۔اس لیے کم عمری میں ہی اقبال کے دل میں کشمیر کے لیے قربت پیدا ہو گئی تھی۔وہ کشمیری الاصل تھے،اس لیے نفسیاتی طور پر کشمیر سے ان کی قربت ہمیشہ رہی۔قربت کا یہ احساس ان کی بیشتر نظموں میں نمایاں ہے۔(۳)اقبال کو اپنے آبائی وطن کشمیر اور اپنے نسب پر ہمیشہ ناز رہا۔آپ کی شخصیت جن عناصر ثلاثہ سے تشکیل پائی تھی ان کی طرف انھوں نے خود ہی اشارہ کر دیا۔ان کا بدن خیابان جنت نظیر کا ایک سدابہار پھول تھا۔دل میں ایمان اور حریم حجاز کا عشق واحترام تھا۔فارسی شاعری کا سلیقہ انھیں سعدی وحافظ کے شہر شیراز سے ملا تھا۔اپنے بارے میں کہتے ہیں:

تنم گلے ز خیابان جنت نظیر
دل از حریم حجاز و نو از شیراز است(۴)

انیسویں صدی کے آخر میں ہندوستان میں جب برادریوں اور سماجی اصلاح کے لیے ان کو فعال بنانے کی تحریکوں کا آغاز ہوا تو لاہور میں مقیم کشمیری مسلمانوں نے بھی اپنی برادری کو منظم اور بیدار کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ چنانچہ فروری ۱۸۹۶ء میں لاہور کی کشمیری برادری کے چند بزرگوں نے ایک انجمن "انجمن کشمیری مسلمانان لاہور" کے نام سے قائم کی۔ کشمیری ہونے کے ناطے سے اقبال کا تعلق انجمن مذکورہ سے قائم ہوا اور انجمن کے کشمیری گزٹ میں ان کا کلام بھی شائع ہونے لگا۔(۵) علامہ اقبال اس انجمن کے سیکرٹری کے فرائض انجام دیتے تھے۔ آپ نے انجمن کے سٹیج کو ریاست جموں وکشمیر کے مظلوم اور غلام باشندوں کی آزادی کے لیے استعمال کیا۔ اسی انجمن کو بعد میں وسعت دی گئی اور اس کا نام "انجمن کشمیری مسلمانان پنجاب" رکھا گیا۔ اس انجمن کے تعلقات شروع سے ہی ریاست جموں وکشمیر کے مسلمانوں کے ساتھ تھے لیکن ۱۹۲۵ء میں اس نے برصغیر کے دیگر صوبوں کے ساتھ اپنے روابط قائم کیے۔ اس طرح اس انجمن کا نیا نام "آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس" رکھا گیا۔ نتیجتاً کانفرنس سے وابستہ بہت سے اصحاب علم وفضل نے اخبارات و رسائل شائع کرنا شروع کر دیے۔ اس کانفرنس کی ساری کوششیں بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر علامہ اقبال کی مرہون منت تھیں۔(۶)

علامہ اقبال نے طالب علمی کے دور میں ہی اپنے لیے ایک راہ متعین کر لی تھی یعنی کشمیریوں کی سیاسی بیداری، آزادی کا حصول اور اقوام عالم میں قابل احترام مقام دلانا۔ گویا علامہ کو بیس سال کی عمر سے پہلے ہی کشمیر سے دلچسپی پیدا ہوئی اور یہ دلچسپی مرتے دم تک قائم رہی۔ ۱۸۹۶ء سے ۱۹۳۸ء تک ملت کشمیر کے لیے سرگرم عمل رہے اور تقریباً نصف صدی تک اپنی شاعری اور سیاسی بصیرت سے اہل کشمیر کی رہنمائی کرتے رہے۔ کشمیر کی سرزمین نوادر قدرت کا عجائب خانہ ہے۔ اس کے فلک بوس پہاڑوں کی گود قیمتی جواہرات سے بھری ہوئی ہے۔ اس کی زمین مردم خیز اور اس کی ہوا عطر بیز ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ کشمیر میں بڑے بڑے بادشاہ، بہادر سپہ سالار، مایہ ناز ادیب اور زیرک سیاستدان پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے فنی کمالات سے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ یہ خطہ زمین انقلابات زمانہ کی بھی آماجگاہ بنا رہا اور کشمیر پر ایک دور وہ بھی آیا کہ اس کے حسن و رعنائی پر غیروں کا تسلط ہو گیا اور اس کی دمکتی ہوئی چنگاری مدہم پڑ گئی۔ کشمیر میں تحریک آزادی کی بنیاد ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کو رکھی گئی جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے کشمیریوں کے وطن عزیز کو صرف ۷۵ لاکھ نانک شاہی سکوں کی قلیل رقم کے عوض مہاراجہ گلاب سنگھ کو بیچ دیا اور کشمیری اپنے ہی ملک میں اجنبی بن کر رہ گئے۔

اسی تنگ انسانیت معاہدہ کا تذکرہ علامہ اقبال نے لیگ آف نیشنز سے خطاب کے دوران کچھ اس انداز سے کیا:

اے بادِصبا گر بہ جنیوا گزر کنی
حرف ز ما بہ مجلس اقوام باز گو
دہقان و کشت و جوئے و خیابان فروختند
قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند (۷)

اقبال کو کشمیر سے صرف وطنی لگاؤ ہی نہ تھا بلکہ ایک قسم کا روحانی لگاؤ بھی تھا۔ اقبال نے اپنے خطوط، تقاریر، خطبات، بیانات اور اشعار میں کشمیر کا مرثیہ بیان کیا ہے۔ وہ ہر اس تحریک کے ہمدرد تھے جو کشمیر کی اصلاح وفلاح کی علمبردار ہو اور ہر اس جماعت کے رفیق تھے جو کشمیر کا مسئلہ لے کر اٹھے۔ انھیں ہر تجویز سے ہمدردی تھی جو اہل کشمیر کی کسی بھی نہج سے متعلق ہو۔(۸) علامہ نے کشمیری عوام کے احساس خودداری کو جھنجھوڑا۔ ان کو صاف صاف کہہ دیا کہ تم نے غلامی اور بندگی کو پیشہ بنایا ہے حالانکہ تمھارا اصل مقام حریت اور خواجگی ہے۔ تم فقر و فاقہ کی زندگی پر قانع ہو گئے ہو، حالانکہ تمھارا میدان جہاد ہے۔ تم شبیری صفات کے حامل ہو۔ تم سامراجیت کے داؤ پیچ میں آ کر اپنا اصل وطن بھلا بیٹھے ہو حالانکہ تم نے آزادی اور جمہوریت کی گود میں پرورش پائی ہے۔(۹) علامہ اقبال ابتدا سے ہی کشمیر کے باغ جاں افزا کے اسیر تھے لیکن بعض وجوہات کی بنا پر ۱۹۲۱ء تک اس چمن دلپذیر کی سیر نہ کر سکے۔ ۱۹۱۷ء میں جب محمد دین فوق نے کشمیر کے تاریخی وجغرافیائی اور قابل دید مقامات کے بارے میں ایک رسالہ "راہنمائے کشمیر" شائع کیا اور اس کی ایک کاپی اقبال کو بھی پیش کی تو ان کے دل میں کشمیر کی سیاحت کی آرزو مزید مچل گئی چنانچہ جون ۱۹۱۷ء میں محمد دین فوق کے نام ایک خط میں اس خواہش کا اظہار یوں کرتے ہیں:

> رسالہ راہنمائے کشمیر جو حال میں آپ کے قلم سے نکلا ہے، نہایت مفید اور دلچسپ ہے۔ طرز بیان بھی دلکش ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ رسالہ عام لوگوں کے لیے نہایت مفید ہوگا۔ افسوس ہے کہ میں نے آج تک کشمیر کی سیر نہیں کی لیکن اس سال ممکن ہے کہ آپ کا رسالہ مجھے بھی ادھر کھینچے۔(۱۰)

آخرکار ۱۹۲۱ء میں ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ اقبال کی کشمیر جانے کی دیرینہ آرزو پایہ تکمیل کو پہنچی۔

آپ جون ۱۹۲۱ء میں کشمیر تشریف لے گئے اور جولائی ۱۹۲۱ء کے پہلے ہفتے میں لاہور واپس آ گئے۔ کشمیر میں قیام کے دوران علامہ نے فارسی میں وہ تین نظمیں لکھیں جو ساقی نامہ، کشمیر اور غنی کاشمیری کے عنوان سے پیامِ مشرق میں شامل ہیں۔ بہر حال مقدمہ ایک بہانہ اور سیر باغات غم غلط کرنے کا ایک ذریعہ تھا۔ کشمیر جانے کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ مظلوم کشمیریوں کی حالت بچشم خود دیکھیں اور سیاسی حالات کا اندازہ لگائیں اور اس چرب دست وتر دماغ قوم کی آزادی کی راہ نکالیں۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر کے موضوع پر علامہ کا سارا کلام وہ ہے جس کا تعلق ۱۹۲۱ء اور اس کے بعد کے سالوں سے ہے (۱۱)۔ علامہ اقبال نے ۱۹۲۱ء میں اپنی نظم ساقی نامہ میں کشمیر کے محنت کش مسلمانوں کی زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے آئندہ واقعات کی پیشن گوئی کی تھی۔ اس وقت کسے خبر تھی کہ چند سال بعد ہی یہ پیشن گوئی یوں پوری ہوگی کہ بغاوت کی آگ ۱۹۲۴ء میں ریشم خانے سے ہی بھڑک اُٹھے گی۔ علامہ ساقی نامہ میں لکھتے ہیں:

کشمیری کہ با بندگی خو گرفتہ
بتے می تراشد ز سنگ مزارے
بریشم قبا خواجہ از محنت او
نصیب تنش جامہ و تار تارے (۱۲)

نظم ساقی نامہ کی اس زوراثر آفرینی پر اقبال کو بھی خود تعجب تھا۔ جناب ممتاز حسین فرماتے ہیں کہ ایک روز علامہ کی صحبت میں کشمیر کی سیاسی تحریک پر گفتگو ہو رہی تھی تو علامہ فرمانے لگے:

> میں نے کشمیر کے متعلق جو نظم ساقی نامہ نشاط باغ میں بیٹھ کر لکھی تھی اس میں ریشم ساز کارخانوں اور کاریگروں کا ذکر بھی شامل تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ بعد میں کشمیر کی سیاسی تحریک وجود میں آئی تو اس کی ابتدا ۱۹۲۴ء میں ایک ریشم خانے کے کارخانے میں کاریگروں کی بغاوت سے ہوئی۔ (۱۳)

ادھر کشمیر میں علامہ کا ساقی نامہ غلاموں کا لہو گرما رہا تھا، ادھر کشمیر سے باہر لاہور میں خود علامہ اپنی ملت مظلوم کے ترجمان بن کر ان کی حوصلہ افزائی و رہنمائی فرما رہے تھے۔ یہی وہ حالات تھے جنھوں نے علامہ اقبال جیسے کشمیریوں کو بے چین کر دیا اور جس کے تحت علامہ اور معززین کشمیر نے یہ فیصلہ کیا کہ وائسرائے ہند لارڈ ہارڈنگ کو کشمیر میں ہونے والے مظالم سے آگاہ کرنے کے لیے ان کی خدمت میں ایک

یادداشت پیش کی جائے۔اس میمورنڈم کی تیاری میں علامہ اقبال اوران کے دوست جسٹس آغا حیدر نے اہم کردار ادا کیا۔۱۹۲۴ء میں جب وائسرائے ہند کشمیر آئے تو مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی موجودگی میں وہ میمورنڈم انھیں پیش کیا گیا۔(۱۴)۱۹۳۱ء کی تحریک حریت کشمیر کے دنوں میں اقبال کشمیر کے حالات کا بڑے غور سے مطالعہ کیا کرتے اور کشمیری مسلمانوں کے سب سے بڑے ہمدرد تھے۔آپ فرماتے تھے کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے توقع کے خلاف نہیں۔ممکن ہے کبھی اس سے بھی زیادہ انقلاب کشمیر میں آئے۔(۱۵)چنانچہ ایسا ہی ہوا اورتوہین مذہب کے واقعات سے کشمیری مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی۔

اگست ۱۹۳۱ء کے آخری دنوں میں علامہ اقبال نے شفیع داؤدی کے ہمراہ وزیر ہند سے ملاقات کی اور کشمیر کی بگڑتی ہوئی صورتحال کو بہتر بنانے کی طرف ان کی توجہ دلائی۔ادھر مہاراجہ کشمیر ہری سنگھ بخوبی جانتا تھا کہ کشمیر سے باہر اہل کشمیر کی حمایت میں چلنے والی تحریک کے بااثر قائد اقبال ہی ہیں۔یہی وجہ تھی کہ مہاراجہ ہری سنگھ نے والئی بھوپال نواب حمیداللہ خان کے ذریعے یہ کوشش کی کہ وہ علامہ کو سمجھائیں تاکہ وہ آزادی کی تحریک میں حصہ لینا چھوڑ دیں۔چونکہ والئی بھوپال علامہ کے بڑے قدردان تھے، انھوں نے سمجھوتہ کے لیے علامہ کو ایک مرتبہ بھوپال اورایک مرتبہ دہلی بلوایا لیکن اقبال مہاراجہ کے کسی فریب میں نہ آئے۔(۱۶)تحریک حریت کشمیر کے کارکن عموماً آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورے کیا کرتے تھے اورآپ ایسے موقعوں پر اہم مصروفیات کو چھوڑ کر کشمیریوں کے مسائل کو سلجھانے کے لیے ہمہ تن مصروف ہو جایا کرتے تھے۔گویا عمر کے اس حصے میں بھی آپ اپنی خلد بریں کو کبھی نہ بھولے۔(۱۷)

جب تمام برصغیر پر انگریزی تسلط قائم ہوگیا تو اس کے ہر حصے میں آزادی کی تحریکات شروع ہوگئیں تو کشمیر میں بھی ہلچل پیدا ہوئی۔کشمیر کے شعرا نے اپنے ملک کی صرف تعریف ہی نہیں بلکہ سیاسی بیداری، حریت اورانقلاب کے گیت گانے بھی شروع کیے۔کشمیر کے باہر بھی اس کے ہمدرد پیدا ہوئے خصوصاً جواصلاً ونسلاً کشمیری تھے لیکن ڈوگرہ استبداد نے مدت سے ان کو ترک وطن پر مجبور کردیا تھا اور وہ برصغیر میں ادھر ادھر مستقلاً آباد ہو گئے تھے۔ان میں وہ کشمیری الاصل زیادہ نمایاں تھے جو اپنی شاخ آشیاں سے زیادہ دور نہ تھے اور پنجاب میں فروکش ہو گئے تھے۔ان میں ایک برہمن زادہ ایسا بھی تھا جس کا تن گلِ خیابانِ کشمیر تھا اورجس کی سرگرمیاں نہ صرف تمام برصغیر بلکہ تمام دنیائے اسلام اوراس سے بھی گزر کر چاردانگ عالم پر محیط ہو گئی تھیں۔

اقبال کے بالکل ابتدائی کلام میں ہی ان کی خطہ کشمیر سے گہری دلچسپی اور محبت نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔آپ نے اپنے فارسی، اردو اشعار میں جابجا اپنے آبائی وطن کشمیر کے لیے ایران صغیر، خطہ کاشمر، خطہ گل، کشمیر جنت نظیر کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔اس کے علاوہ آپ نے اپنے کلام میں لولاب، ولر اور ہمالہ وغیرہ کا ذکر بھی کیا ہے۔(۱۸) جوں جوں علامہ کی شاعری اور فکر پختہ ہوئی، آزادی کشمیر کے لیے ان کی تمنا بڑھتی چلی گئی۔وہ تاریخ کا عمیق مطالعہ کر چکے تھے اور ان کے کلام میں وادی کی ممتاز ہستیوں یعنی ملا زادہ ضیغم لولابی، سید علی ہمدانی اور ملا طاہر غنی کا ذکر آتا ہے۔آزادی کشمیر کی آرزو سے متعلق سب سے زیادہ دردناک استعارہ جاوید نامہ کے باب آن سوئے افلاک میں موجود ہے۔(۱۹) آپ نے اپنے اردو اور فارسی کلام میں جہاں کہیں کشمیر کا ذکر کیا ہے، محبت اور دلسوزی سے کیا ہے۔ان کی آخری کتاب ارمغان حجاز میں ملازادہ ضیغم لولابی کا بیاض ایک خاص عنوان ہے جس کے تحت کشمیریوں کی حالت زار بیان کر کے ان کو خودی اور خودشناسی کی تعلیم دی ہے کیونکہ کشمیر کی محبت وطن کے لحاظ سے بھی اور وہاں کے باشندوں کی تباہی و پامالی کے لحاظ سے بھی اقبال کی رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی۔(۲۰)

علامہ اقبال نے جب ہوش سنبھالا تو دیکھا کشمیری قوم غلام ہے جب وہ خدا کو پیارے ہوئے تو بھی کشمیری قوم غلام تھی لیکن غلامی کی نوعیت میں فرق آ چکا تھا۔اقبال نے ۱۹۰۵ء کے لگ بھگ کوہ کے دامن میں جو غم خانہ دہقان دیکھا تھا وہ ۱۹۳۱ء میں جذبہ آزادی سے آتش کدہ بن چکا تھا اور ۱۹۴۷ء میں جہاد آزادی کی آتش فروزاں وادی اور پہاڑوں کو منور کر چکی تھی۔اگرچہ پرستاران شب سیاہ نے نور آزادی کو مات دینا چاہی مگر وہ کلی طور پر کامیاب نہ ہو سکے۔ریاست جموں وکشمیر کا کچھ حصہ دلدادگان حریت کی ضرب کاری سے آزاد ہو گیا مگر آزادی کا سیل نور ابھی پوری ریاست کے کوہ ودمن میں نہیں پھیلا۔علامہ اقبال کی روح ابھی پکار رہی ہے:

عالم نو ہے ابھی پردہ تقدیر میں
میری نگاہوں میں ہے اس کی سحر بے حجاب
جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
رُوح اُمم کی حیات کشمکشِ انقلاب

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) محمد دین فوق، مجلہ نیرنگ، (مضمون) ڈاکٹر شیخ محمد اقبال، لاہور ۱۹۳۲ء، صفحہ ۲۶

(۲) صابر آفاقی، ڈاکٹر، اقبال اور آزادی کشمیر، اقبال اکادمی لاہور، ۱۹۷۷ء، صفحہ ۱۲۵

(۳) سلیم خان گمی، اقبال اور کشمیر، شاہ اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور، ۱۹۷۷ء، صفحہ ۹۴

(۴) علامہ محمد اقبال، پیام مشرق، مشمولہ کلیات اقبال (فارسی)، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۳ء، صفحہ ۳۴۸

(۵) رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، خطوط اقبال، مکتبہ خیابان ادب لاہور، ۱۹۷۴ء، صفحہ ۱۰۶

(۶) محمد یوسف صراف، کشمیریوں کی جدوجہد آزادی جلد اول، فیروز سنز لاہور، ۱۹۷۷ء، صفحہ ۴۵۱

(۷) علامہ محمد اقبال، جاوید نامہ، مشمولہ کلیات اقبال (فارسی)، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۷۳ء، صفحہ ۶۳۴

(۸) سید رئیس احمد جعفری، اقبال اور سیاسیات ملی، اقبال اکادمی لاہور، ۱۹۵۷ء، صفحہ ۲

(۹) غلام احمد کشفی، کشمیر ہمارا ہے، کلاسیک پبلشرز لاہور، ۱۹۶۵ء، صفحہ ۲۹۳

(۱۰) اقبال بنام فوق، مشمولہ انوار اقبال، مرتب بشیر احمد ڈار، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۱۹۷۷ء، صفحہ ۶۵

(۱۱) صابر آفاقی، ڈاکٹر، جلوہ کشمیر، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۸۸ء، صفحہ ۲۱۳

(۱۲) علامہ محمد اقبال، پیام مشرق، مشمولہ کلیات اقبال (فارسی)، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۳ء، صفحہ ۲۷۱

(۱۳) فقیر سید وحیدالدین، روزگار فقیر، جلد دوم، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۸۶ء، صفحہ ۳۵۸

(۱۴) پریم ناتھ بزاز، تاریخ جدوجہد آزادی کشمیر، ویری ناگ پبلشرز میرپور، ۱۹۹۲ء، صفحہ ۱۵۶

(۱۵) محمد دین فوق، تاریخ اقوام کشمیر، جلد دوم، ویری ناگ پبلشرز، میرپور، ۱۹۹۱ء، صفحہ ۳۳۲

(۱۶) صابر آفاقی، ڈاکٹر، جلوہ کشمیر، سنگ میل پبلی کیشنز، میرپور، ۱۹۹۱ء، صفحہ ۳۳۲

(۱۷) ایضاً، لاہور، ۱۹۸۸ء، صفحہ ۱۲۷

(۱۸) ایضاً، صفحہ ۱۷۲

(۱۹) سلیم خان گمی، اقبال اور کشمیر، شاہ اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور، ۱۹۷۷ء، صفحہ ۹۹

(۲۰) عبداللہ قریشی، آئینہ اقبال، آئینہ ادب لاہور، ۱۹۶۷ء، صفحہ ۲۳۵